حضرت خواجہ عزیز مکیؒ پاکپتن شریف
کی حالات زندگی پر مختصر کتاب

تذکرہ

حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ عنہ

مؤلف
جناب مولانا شاہ محمد تقی حیدر



حضرت خواجہ عزیز مکی (پاک پتن)

کی حالاتِ زندگی پر مختصر کتاب

تذکرہ

حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ عنہ

مؤلف : جناب مولانا شاہ محمد تقی حیدر

پیش کردہ : میاں غلام مرتضٰی (پاک پتن)

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سینٹر 40 - اُردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام کتاب .... سوانح حیات حضرت خواجہ عزیز مکی

مؤلف .... مولانا شاہ محمد تقی حیدر

پیش کردہ .... میاں غلام مرتضیٰ (پاک پتن شریف)

پیش لفظ .... جناب قاضی احسان الدین احمد صاحب علوی

اساس .... جناب مخدوم مرتضیٰ مشتاق حسین غوری

ترتیب نو .... محمد اکبر قادری

صفحات 32

کمپوزنگ .... عبدالسلام/قمر الزمان

ناشر .... اکبر بک سیلرز لاہور

قیمت .... روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ المدینہ چوک چٹی قبرز دفوجی سائیکل سٹینڈ پاک پتن شریف

محمد الیاس کتب فروش دربار بابا فرید پاک پتن شریف

پیش لفظ

منظور ہے گزارشِ احوال واقعی
اپنا بیانِ حسن طبیعت نہیں مجھے

چند دن قبل جناب میاں غلام مرتضیٰ صاحب جو حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین، حضرت قبلہ میاں محمد دین صاحب کے نبیرہ ہیں، ہمارے خاص مہربان اور کرم فرما ہیں، بہاولپور میں تشریف فرما ہوئے اور فرمائش کی کہ حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان افروز، روح پرور حالاتِ زندگی کو مستند کتاب (اذکار الابرار) سے اخذ کر کے نئی آب و تاب سے شائع کیا جائے تاکہ حالاتِ طیبات طلائی کو طباعت کی نئی بھٹی میں سے نکال کر طلب گارانِ فیض اولیائے کرام کی نظر کو خیرہ کیا جائے اور اولیائے کرام کے خزینۂ بے بہا میں سے اس گوہر تابدار کا انتخاب کر کے تاجِ تحریر میں جڑوایا جائے۔ چمن زارِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیف و خوب صورت اور خوش رنگ گلوں میں سے اس دیدہ زیب پھول کو بلبلانِ اولیائے کرام کی دیدِ پُر امید کی خاطر کتاب کے گلدان میں سجایا جائے۔

ہر چند کہ یہ کام نہایت احتیاط کا متقاضی ہے اور خدشہ ہے کہ کہیں سوئے ادب کی یادداشت میں سابقہ اعمال ہی ضبط نہ ہو جائیں لیکن حضرت موصوف کا ارشاد بسر دچشم قبول کر کے اور اپنے مہربان دوست محمد حسن صاحب قادریؔ کی خواہش کی پذیرائی کرتے ہوئے اس مقدس فریضہ کو اپنے ذمہ لے لیا اور اپنے محدود علم کی بساط کو لپیٹتے ہوئے حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالاتِ زندگی بمدد برادرم محمد حسن قادری و برادرم مشتاق حسین غوریؔ مستند کتابوں سے حاصل کر کے اس کتاب ''تذکرۃ العزیز'' میں جمع کیے ہیں۔

جو اصحاب پاکپتن شریف لے گئے ہوں گے' وہ اس امر سے بخوبی واقف ہوں گے کہ حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آستانہ عالیہ شہر کے بیرون واقع ہے۔

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول پاک' سرورِ کائنات کے اس جلیل القدر صحابی کے مقبرہ کی عمارت نہایت ہی خوب صورت' دل کش اور منبع انوارِ الٰہی کا مظہر ہے اس دربارِ گوہر بار کے احاطہ میں دیگر بلند پایہ بزرگ ہستیوں کے مزارات بھی ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب میں ایک اور بزرگ حضرت پیر سید مولا بخش شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر خیر بھی قارئین کرام کے مطالعہ کے لیے بعد کے صفحات پر درج کیا گیا ہے جو باعثِ برکت و رحمت ہو گا۔

عِندَ ذِکْرُ الصَّالِحِینَ تَنزَّلُ الرَّحْمَۃُ

حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ ذوالحجہ کو آخری بار سردابہ (غار)

میں تشریف لے گئے چنانچہ اسی مطابق آپ کا عرس مبارک منایا جاتا رہا لیکن بعد میں بعض وجوہات کی بناء پر ساون کے مہینے کی ۷ تا ۱۰ کو دربارِ گوہر بار پر ہر سال منعقد کیا جاتا ہے جس میں آپ کے معتقدین بکثرت شمولیت اختیار کرتے ہیں اور دُور دراز کا سفر انہیں بارِ خاطر معلوم نہیں ہوتا اور اس عرسِ بابرکت میں حاضری دینے کو اپنی دنیا و آخرت کی فلاح کا موجب گردانتے ہیں چونکہ حضرت ممدوح کا فیض اب بھی جاری و ساری ہے لہٰذا ہزاروں عقیدت مند حضرت کی توجہ سے اپنے دامنِ مراد کو اس گوہر بار کی عنایت سے بھرا پا کر اپنے اپنے گھروں کو خوش وخرم لوٹتے ہیں۔ بہت سے اپنی اپنی نذریں پیش کرنے کے لیے عرس کے ایام کو بہترین موقع سمجھتے ہوئے عرس مبارک میں شامل ہوتے ہیں جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احاطۂ درگاہ میں داخل ہوتے ہی دیگر اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوتا ہے جہاں پر انوارِ الٰہی کی ہر وقت بارش ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ غرضیکہ موجودہ ''قحط الرجال'' زمانہ میں بھی اکثر لوگ صفائی قلب اور روحانی فیض یابی کے لیے دُور دراز کا سفر طے کر کے حضرت کے آستانہ عالیہ پر حاضری دیتے ہیں اور یوں تو یہاں کا ہر لمحہ اس کا مصداق ہے۔

ہر روز، روزِ عید است ہر شب، شب برأت

موجودہ سجادہ نشین حضرت قبلہ میاں محمد دین صاحب کی شفقت اور کرم نوازی مشہور ہے، آپ بڑے زاہد اور عابد ہونے کے علاوہ خوش خلق اور مہربان

بزرگ ہیں۔ ان ہی کا فیض ہے کہ ان کے پوتے میاں غلام مرتضیٰ صاحب بھی ایک صالح نوجوان، خلیق اور ملنسار انسان ہیں۔ شبانہ روز نیکی کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں جب کبھی ان سے ملنے کا اتفاق ہوا، میاں صاحب کے چہرے پر "اللہ والوں" کی سی مسکراہٹ ضرور موجود پائی اور ایسا محسوس ہوا کہ وہ ہمہ صفت موصوف ہیں۔ مہمان نوازی اور غریب پروری ان کا شیوہ ہے۔ جوانی میں میاں صاحب کے حسنِ اخلاق کا یہ عالم قابلِ رشک ہے۔ میاں صاحب کی دن رات کی محنت کا نتیجہ ہے کہ آستانہ عالیہ پر جو بھی آتا ہے، گرویدہ ہو جاتا ہے۔ محفلِ میلاد (درود و سلام و نعت خوانی) محفلِ سماع اور علمائے کرام کے مواعظ حسنہ، آپ کے خاص مشاغل میں سے ہیں اور یہ سب حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بابا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ پر خاص عنایت اور توجہ کا مظہر ہے۔ ان کی انہیں صفاتِ حمیدہ نے ہی ہمیں اس بہت بڑے کام کا بیڑہ اُٹھانے پر جرأت بخشی ہے۔

آستانہ عالیہ پر ہر جمعرات کو سماع کا بہترین پروگرام منعقد کیا جاتا ہے جس میں لوگوں کا ہجوم، کیف کا عالم، صوفیوں کا وجد، عشاقِ الٰہی کا مرغِ بسمل کی طرح تڑپنا "اللہ اکبر" اور "یا رسول اللہ" کے نعرے اس قابلِ دید منظر کی یاد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دلوں میں تازہ رکھتے ہیں۔ اکثر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "اللہ والے" اس محفل میں برکات کی شیرینی بانٹ رہے ہیں، لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں، بامراد لوگوں کے چہرے بشاشت وطمانیت قلب سے پُرنور نظر آتے ہیں۔

چونکہ سلسلہ عالیہ قلندریہ حضرات امیر المومنین امام المتقین، سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے شروع ہوتا ہے لہٰذا میرے محترم دوست محمد حسن صاحب قادریؔ نے اظہارِ عقیدت کے پیش نظر اس کتاب کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے نامِ نامی، اسمِ گرامی سے نسبت کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے اس کتاب (تذکرۃ العزیز) کی عظمت میں چار چاند لگ گئے ہیں کیونکہ مسلمانانِ عالم کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ پاک کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ میرے لیے جس کو کہ حضرت اسد اللہ الغالب کی اولاد میں سے ہونے کا شرف حاصل ہے، یہ کام باعثِ برکت ورحمت کا موجب بنے۔ (آمین) اور اس سلسلہ میں میرے مشفق دوست محمد حسن قادریؔ جو ہمیشہ بزرگانِ دین کے اعراس میں پیش پیش رہتے ہیں اور اس جیسے کاموں کو وہ بخوشی اپنے ذمہ لے لیتے ہیں اور اب جو اپنا قیمتی وقت نکال کر اس کتاب کو شائع کرانے کا انتظام کیا ہے جو باعثِ صد شکر ہے۔ ان کی برادرم مخدوم مشتاق حسین صاحب غوریؔ اور میاں غلام مرتضیٰ صاحب کی مدد اور کوشش کو خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین)

اگر

اس عرضِ حال یا ترتیبِ حالاتِ حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کوئی خامی نظر آئے تو ہماری کوتاہ علمی کے پیش نظر اسے قابلِ درگزر واصلاح طلب سمجھا جائے۔

المرقوم:

قاضی احسان الدین احمد علوی

محلّہ قاضیاں بہاولپور

اساس

یہ حقایت ہی سہی مگر میرے لیے ایک ذریعہ سبق ہے کہ جب مصر کے بازار میں بڑے بڑے سوداگر اپنا سارا قیمتی سے قیمتی اثاثہ اُٹھائے حسن یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہوکر سب کچھ داؤ پر لگانے کے لیے بے قرار و تیار کھڑے تھے اور اس عالم میں کھوے سے کھوا چل رہا تھا تو ایک ناتواں بڑھیا بھی اس اژدہام کو توڑ کر آگے بڑھنے کی ناکام کوششیں کر رہی تھی۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر کہ کیوں بے کار اپنی جان کو ہلکان کر رہی ہو؟ اس نے کہا کہ وہ بھی طلب گارِ یوسف علیہ السلام ہے اس بظاہر بے مایہ و فرومایہ بڑھیا کو دیکھ کر سبھی حیرت میں پڑ گئے اور اشتیاق سے پوچھا کہ کتنی دولت دے کر خرید سکو گی؟ تو جواب میں اس آشفتہ حال نے سوت کی انٹی آگے بڑھا دی سب اس کی سادہ لوحی پہ ہنس پڑے تب بڑھیا نے پُر درد لہجہ میں کہا ”گو میں جانتی ہوں کہ میں نادار ہوں اور کسی طور بھی انہیں خرید نہیں سکتی لیکن یہ حسرت تو دل میں رکھتی ہوں کہ یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں تو میرا شمار ضرور ہو جائے۔“ سو اسی جذبہ کے تحت میں بھی یہ چند

سطور سپردِ قلم کر رہا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گنج شکرؒ حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت قدر فرماتے تھے اور اکثر اوقات آپ کے آستانۂ مبارک پر ہی بسر فرماتے تھے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب کبھی زائرین میری زیارت کے لیے آئیں تو وہ پہلے حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا شرف ضرور حاصل کریں۔ چنانچہ یہ عمل آج بھی جاری اور ان کی عظمت عالی کا شاہد ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے صدقہ ہماری یہ کوششیں قبول فرمائے۔ (آمین)

فقط:
مخدوم مشتاق حسین غوریؔ
محلہ ٹونکیاں، بہاولپور

اظہارِ تشکر

اللہ تبارک و تعالیٰ خالقِ ادنیٰ و اعلیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ''تحفہ زریں نقش'' (حالاتِ زندگی حضرت مرشدی و مولائی سید مولا بخش شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے بعد اس کتاب موسوم بہ ''تذکرۃ العزیز'' کے شائع کرانے کا موقع بھی اس فقیر کو بخشا' خدا کرے کہ مجھ ناچیز فقیر کی یہ کوشش دین و دنیا کی فلاح اور ترقی کا موجب بنے۔ (آمین)

میاں غلام مرتضیٰ صاحب کا میں بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس نیک کام کو جو وہ کسی اور بہتر شخصیت سے بھی سرانجام دلا سکتے تھے' مجھ کمتر کے سپرد فرمایا اور مجھے سعادت دارین حاصل کرنے کا موقع بخشا۔ اولیائے کرام کہ جن کی خدمت کرنا میرا ایمان ہے' شاید ان ہی کا اعجاز ہے کہ میں دنیاوی مصروفیتوں یعنی روزگار کے جھمیلوں میں پھنسا ہوا ہونے کے باوجود اس جیسے دینوی کاموں میں (جن میں حصہ لینے کو اپنا فرض اوّلین سمجھتا ہوں) حبیب خدا تعالیٰ اور اولیائے کرام کی توجہ سے اپنے اس مقصد میں ہمیشہ کامیاب ہو جاتا ہوں اور اب شاید

سگِ اصحابِ کہف، روزے چند
پائے نیکاں گرفت مردم شد

کا ہی کرشمہ ہے کہ یہ کام چند دنوں کے اندر بخوبی سرانجام پا گیا ہے۔ میں قارئین کرام کا بھی ممنون ہوں گا کہ وہ اس کتاب کو جو نہایت محنت سے ترتیب دی گئی ہے، اپنی توجہ خاص سے مطالعہ فرمائیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ان کی فلاحِ دنیا و عقبیٰ کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔ دوم قدر ناشناسی ہوگی کہ اگر میں اپنے ان کرم فرماؤں یعنی محترم قاضی احسان الدین احمد صاحب علویؔ اور محترم مخدوم مشتاق حسین صاحب غوریؔ کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس قلیل عرصہ میں ایسے جلیل القدر صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مقدسہ کو ترتیب دینے میں پوری پوری کوشش کی ہے۔

گو یوں تو فلکِ اسلام پر لاکھوں ایسے تابدار ستارے فروزاں ہیں جن کی چمک دمک سے خلقِ خدا فیض یاب ہو رہی ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ

بازخواں ایں قصۂ پارینہ را

تا کہ بہی خواہانِ مسلمانانِ اسلام کی دینی و دنیاوی بہتری کے لیے ایک پروانۂ شمع رسالت جو بذاتِ خود ایک شمع فروزاں ہے، کا ذکر خیر بار دگر ایسی منفرد حیثیت سے پیش کیا گیا ہے کہ سبھی ان کے اعمالِ حسنہ کی پیروی کو اپنا شعار بنا کر اپنی زندگی کو شعارِ اسلامی کے مطابق ڈھال سکیں۔

دست بدعا ہوں

کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہماری اس کوشش کو منظور فرمائے اور ہم سب کو اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہماری اس کوشش کو منظور فرمائے اور ہم سب کو اپنے محبوب اور جملہ اولیائے کرام کا ادب کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

اگر ہماری یہ تمام کوششیں حضرت خواجہ عزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں قبول ہوگئیں تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری محنت رائیگاں نہیں گئی۔

خاکپائے فقرا

خاکسار محمد حسن عفی عنہ

قادری

محلہ نواباں، بہاولپور

ذکر قدوۂ اصحاب علیہ صاحب

سلسلہ قلندریہ حضرت شیخ عبدالعزیز مکی معروف بہ عبداللہ علمبردار قلندریہ

آپ حضرت صالح پیغمبر علیہ السلام کی اولاد سے اور حواریین حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہیں، ان کے بعد اور بھی اکثر انبیاء علیہ السلام کی شرفِ زیارت سے مشرف ہوئے قبل بعثت حضرت رسالت پناہ علیہ السلام آپ منتظر بعثت تھے جب آنحضرت علیہ السلام مبعوث ہوئے تو مشرف بہ اسلام ہو کر اصحابِ صفہ میں داخل ہوئے۔

رسالۂ غوثیہ[۱] میں ہے کہ:

''طریقہ مشائخ بابا اصحاب صفہ می ماند کہ اسرار از حضرت بابرکات پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بالمشافہ گرفتہ اَندر ایشاں از خواصِ اولیائے خدا اند و مخدعیان قومی از اولیاء اللہ اند و مخدع اسم ظرف است بمعنے مکانے پوشیدہ دور اصطلاح نہانخانہ اسرار را گویند یعنی ایں گردہ از نسبت قرب و وصول بہ نہانخانہ رسیدہ اند کہ آنجا کسی را دستی نہ دیران بساط دیگر یرا گزرنہ۔''

ع انا الحسنی والمخدع مقامی   قول حضرت سید عبدالقادر مشعر ازاں است

مناقب القلندریہ میں ہے کہ حضرت غوث الدہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت علیہ السلام اصحاب کے پاس تلقین ذکر کے لیے خلوت میں تشریف لے جاتے تھے اور اس خلوت گاہ میں سوراخ تھے تو بعض صحابہ باہر سوراخوں سے ایک آنکھ سے یہ دیکھتے تھے کہ آنحضرت علیہ السلام صحاب صفہ کو ذکر کیونکہ تلقین فرما رہے ہیں تو اسی قدر ادراک کرتے تھے جو ایک آنکھ سے ادراک کیا جاتا ہے لیکن جو اصحاب خلوت کے اندر ہوتے تھے' وہ دونوں آنکھوں سے دیکھتے تھے تو اصحابِ صفہ دیگر صحابہ سے زیادہ واقف اسرار و عالم تھے کیونکہ وہ خاص صحابہ سے تھے۔

صفہ بضم صاد و تشدید فا ایک چبوترہ مسجد نبوی میں تھا جس پر فقراء مساکین صحابہ رہتے تھے اس لیے ان کو اصحابِ صفہ کہتے ہیں۔ ان لوگوں کی تعداد بسبب نکاح یا سفر یا موت گھٹتی بڑھتی تھی۔ حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ان کی تعداد سو سے زائد لکھی ہے۔

قاضی ناصر الدین بیضادی لکھتے ہیں کہ اصحاب [۲] الصفة كانو انحوا من اربعمائة من الفقراء المهاجرين يسكنون صفة المسجد يستغرقون اوقاتهم بالتعلم و العبادة و كانو يحزجون فی کل سریه [۳] بعثها رسول الله علیه السلام یہی تعداد جواہر التفسیر میں بھی مذکور ہے۔
فضائلِ اصحاب صفہ کتب سیر و احادیث میں بہت ہیں۔

آپ کا نام کتب اسماء الرجال میں نہ ہونا منافی آپ کی صحابیت کی نہیں ہے کیونکہ اکثر صحابہ ایسے ہیں جن کا ذکر کتب اسماء الرجال میں نہیں۔

تعلیم وتلقین

اوّلاً آپ نے حضرت رسالت مآب علیہ السلام سے پائی پھر حضرت خاتم الولایت جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے حاصل کی۔

ایک بار آپ آنحضرت علیہ السلام کے ہمراہ کسی غزوہ میں گئے، راستہ میں آپ پر ایسا سکر طاری ہوا کہ اسی حالت میں تیس (۳۰) برس گزر گئے جب حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ مع لشکر جنگِ صفین کے لیے اُدھر سے گزرے تو آپ ہوشیار ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بمقتضائے ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا میں آپ کے دست مبارک پر بھی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ یہ فرما کر بیعت کی اور شریکِ جنگ ہوئے۔ مراد المریدین میں ہے کہ بعض رسائل میں ہے کہ تعلیم وتربیت آپ نے حضرت رسالت مآب علیہ السلام سے پائی پھر چاروں خلفائے راشدین سے یکے بعد دیگر بیعت کی۔ خلیفہ چہارم سے بیعت کرنے کے بعد گوشہ نشین ہو گئے مگر اور کتابوں سے آپ کی بیعت بجز حضرت رسالت مآب علیہ السلام و جناب علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے اور کسی خلیفہ سے ثابت نہیں ہوتی۔

مولانا عبدالقادر باسطی رسالہ منظومہ ربط المشائخ میں فرماتے ہیں ؎

خواجہ عبدالعزیز عبداللہ آن علمدار مصطفٰی ز سپاہ

بانبی بود درسفر بوفات در مکانی گرفتش استغراق

تاز مانیکہ حیدر صفدر سوے صفین راند بالشکر

شغب لشکرش بگوش رسید برفاقت درآمد و بد دید

گفت کو مصطفیٰ و لشکراد من فدائے غلام و چاکراد

قوم گفتند رفت از دنیا وزپس اوسہ مرد از خلفا

ایں وصی ویست وشیرِ خدا علی مرتضیٰ امیر ہدٰئے

تابدولت بدانجناب رسید بعیتش کردو خدمتش بگزید

ہر کہ فہمید سِّر مرتضوی خواند مارا قلندر علوی

مگر بعد وفات خلفائے ثلاثہ ان کی ارواح مقدسہ سے فیض یاب اور مجاز ہونا ممکن ہے آپ کو سکر د جذب میں تیس تیس، چالیس چالیس سال گزر جاتے تھے اور پھر اس سے افاقہ بھی ہو جاتا تھا۔

فصول مسعودیہ میں ہے کہ شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالعزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ معہ اپنی جماعت کے ایک مرتبہ کہیں جارہے تھے، ایک جگہ پر پہنچ کر فرمایا کہ[۴] ما احسن هذا المکان پھر وضو کر کے نماز تحیت الوضو کی نیت باندھی اور اس میں ایسے مستغرق ہو گئے کہ پہلی رکعت میں چالیس سال گزر گئے۔ مریدین اور رفقاء یہ دیکھ کر متفرق ہو گئے کہ چالیس برس کے بعد اتفاقاً ایک مرید پھر اُدھر سے گزرا اس نے قدمبوس ہو کر عرض کیا کہ[۵] یا الشیخ کم تقوم قدمضی اربعون سنة آپ نے آنکھ کھول دی اور نماز تمام کر کے پوچھا کہ کتنا زمانہ گزرا؟ اس نے کہا چالیس[۶] سال تب وہاں سے روانہ ہوئے اور ممالک کی سیر کرتے

ہوئے پاک پتن پہنچے۔ یہاں لوگوں سے فرمایا کہ میں سرداب (غار ٹھنڈی جگہ) میں اُترتا ہوں، تم اسے بند کر دینا جب آپ کے سرداب سے نکلنے میں چند روز باقی رہے تو حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی (حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہما اپنے حل شبہات سلوک کے لیے آپ کے سرداب پر حسب بشارت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ حاضر ہوئے۔ آپ نے سرداب سے نکل کر ان کی شبہات حل فرمائے اور حضرت بابا صاحب کو ان کی حسب خواہش قبر کی جگہ مرحمت کر کے فرمایا کہ پھر میں سرداب میں جاتا ہوں اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں نکلوں گا اب آئندہ کوئی ہرگز سرداب نہ کھولے۔ ۱۲ ذوالحجہ کو آپ سرداب میں گئے چنانچہ اسی تاریخ پر آپ کا عرس شریف ہوتا تھا لیکن اب ماہ ساون کی ۷ تاریخ سے ۱۰ ساون تک ہوتا ہے۔ سرداب کے گرد ایک خوب صورت مقبرہ ہے۔ صاحب مراد المریدین لکھتے ہیں کہ مجھے زائرین مزار اقدس سے بہ تحقیق معلوم ہوا کہ مزار حضرت بابا صاحب اندرون شہر اور آپ کا سرداب بیرون شہر ہے۔ حضرت غوث ملت اصول المقصود میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بھی وہیں کے ایک صالح و حاجی شخص سے جو یہاں آئے تھے، یہی سنا ہے کہ کتاب مظہر محبت مولفہ شاہ محبت علی خلیفہ حضرت شاہ شکر اللہ قلندر کاکوردی میں ہے کہ ولہ اربعة قبور وقام من کل قبر بعد ارلعین سنة والقبر الرابع فی اجودھن وما قام من ھذا القبر وقد اخذ الشیخ فرید الحق والدین تحت قدمیہ مقام القبر وقد عاش الشیخ عبدالعزیز الملکی علی وجھہ الارض سمائة سنة باختیارہ اور اسی کی موید عبارت رسالہ غوثیہ ہے۔

قال الواوی کان لہٗ ای الشیخ عبدالعزیز المکی اربعۃ قبور وفی کل قبر مکث اربعین سنۃ والناس یحسبون انہ توفی وھو لم یتوف ویخرج من قبرہ ویدور علی وجہ الارض ھکذا فعل ثلث مرات وقد یخرج من قبرہ بعد اربعین سنۃ والرابع ھذا لقبر الذی کان عندہ قبر شیخ الاسلام فرید الدین ومن ھذا القبر لم یخرج ومدۃ عمر الشیخ عبدالعزیز ستمائۃ سنۃ وھو من اصحاب الرسول کان بیدہ لواء النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

رسالہ مناقب القلندریہ (جس کا سنہ تالیف ماہ رجب ۸۷۸ء ہے) میں ہے کہ قبر سے نکل کر آنے کی قدرت صرف اسی کو ہوتی ہے کہ جس کو ذاتِ الٰہی میں استغراق ہو اور جو مراقبہ اور خلوت مع اللہ میں زندہ ہو پس اولیاء اللہ اپنی قبر میں مرتے نہیں بلکہ زندہ اور مراقبہ و ذاتِ الٰہی کے استغراق میں رہتے ہیں۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ الانبیاء یصلون فی قبورھم شیخ ابوتراب بخشی قبر میں بغیر کسی سہارے کے کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے چاہا کہ انہیں لٹا دیں تو آواز سنی کہ اللہ کے ولی کو اللہ کے ساتھ چھوڑو۔

آپ کا لقب علمبردار

اس لیے ہوا کہ بعض سفروں میں علم نبوی علیہ السلام آپ کے پاس رہا۔ حضرت سیدالعرفا شاہ مجا قلندر نے حجۃ العارفین میں لکھا ہے کہ "شیخ عبدالعزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ در بعضے اسفاء علم رسول اللہ علیہ السلام برداشتہ اند از اں مشہور اند بعلمبر دار"

اور اس علم کے متعلق شیخ وجیہہ الدین اشرف کتاب بحر زخار میں لکھتے ہیں کہ:

''آن علم پیش فرزندان شاہ قطب الدین بنیادل قلندر سرانداز غوثی در قصبہ نیگو کہ قریب جونپور ست موجود است مردمان زیادت می نمایند نگارندہ زخارم ہم بشرف زیارت آن علم مشرف شدہ از آہن است بقدر یک عصا شنیدم از ثقات کہ وقتے شخصے آں را بدزدی بردہ بود بخانہ آں وزد آتش افتاد وآں علم خود بخود بخانہ فرزندان شیخ قطب الدین آمد۔''

مراد المریدین بھی یہی ہے۔ حضرت غوث ملت اصول المقصود میں تحریر فرماتے ہیں کہ سن ۱۲ سو ۲۵ ہجری میں جب میں حضرت بنیادل قلندر کے مزار اقدس پر فاتحہ خوانی کو جونپور گیا تھا تو راستہ میں ایک مقام پر ایک معلم سے جو وہاں کے قاضی زادوں میں تھے' علم مبارک کا تذکرہ آیا۔ انہوں نے کہا کہ واقعی قصبہ نیگو میں (جہاں حضرت شاہ نصیر قلندر خلیفہ حضرت شیخ قطب الدین بنیادل قلندر کا مزار ہے) وہ علم تھا اور میں نے بھی اس کی زیارت کی تھی مگر اب چند سال سے کھو گیا۔ خدا معلوم کیا ہوا اگر اس زمانہ میں موجود ہوتا تو ضرور جا کر زیارت کرتا۔ لہٰذا اس کے وہاں ہونے میں مجھ کو کوئی شک وشبہ نہیں کیونکہ اپنے حضرات مرشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے معنعن سنا ہے۔ (انتہی)

آپ کی عمر

بعد حصول زیارت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال کی شمار کی جاتی ہے اس سے پہلے کی عمر کے متعلق اختلاف ہے جس میں دو قول

ہیں۔ ایک قول میں ہزار سال کی عمر اور دوسرے قول میں چھ سو برس کی مگر مشہور دوسرا ہی قول ہے کیونکہ حضرت کلید عرفان شاہ باسط علی قلندر کو کشف سے ایسا ہی معلوم ہوا۔[۹]

لوگوں کو اتنی عمر ہونے پر تعجب ہوگا حالانکہ تعجب کی کوئی بات نہیں اکثر جوگیوں نے صدہا سال کی عمر پائی اس کے علاوہ اگر صفحاتِ تاریخ پر گہری نظر ڈالی جائے تو اُمم سابقہ کے سوا ایسے معمر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں بھی ملیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اکثرا عمار امتی بین ستین و سبعین سے اکثریت مراد ہے، نہ نفی کلیت مناقب القلندریہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اُمتیوں کی عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے۔ میں نے اپنے شیخ حضرت غوث رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا کہ اس حدیث میں یہ تاویل کی گئی ہے کہ زیادہ تعداد اُمتیوں کے عمر کی ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وقلیل من عبادی الشکور یعنی میرے بندوں میں شکر کرنے والے تھوڑے ہیں تو ایسے شکر کرنے والے اور بھی کم ہیں جو رب کا شکر رب سے کرتے ہیں اور ایسے لوگ اور بھی کم ہیں جو رب کو رب سے پہچانتے ہیں کیونکہ عارف وہ ہے جس کو اللہ نے اپنے نور سے وجود دینے کے بعد اس کی صورت بنائی اور تمام اعضاء اپنے نور سے بنائے جو بی ینطق و بی یبصر و بی یسمع کے مصداق ہے، وہ اللہ کو پہچانتا اور شکر کرنے والا بندہ اور ایسے لوگ کم ہیں۔ حضرات صحابہ و اولیاء اللہ و صلحاء وغیرہ میں بھی بہت ایسے حضرات ملیں گے جن کی عمریں زیادہ ہوئیں۔ مثلاً عمر بن

مسیح کی عمر ایک سو پچاس برس کی ہوئی۔ بعید ابن ربیعہ حضرت ابو عبدالرحمٰن نسائی نے ایک سو ستاون سال کی عمر پائی۔ مستوعز بن ربیعہ تین سو تیئیس سال زندہ رہا۔

دینوری نے اپنے مجالستہ میں لکھا ہے کہ عبید بن شربۃ الجرسی تین سو سال زندہ رہا۔ ابن ظفر کی کتاب النصائح میں ہے کہ عبدالمسیح بن فلیس الغانی کی عمر ساڑھے تین سو سال سے زیادہ تھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ فی تمیز الصحابہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام میں ایسے بھی لوگ تھے جن کی بڑی عمریں ہوئیں۔ مثلاً حضرت ربیع ابن صنع بن وہب بن بغیض بن مالک بن سعد بن عدی بن فزارۃ انفراری ان کی عمر تین سو بیس سال کی ہوئی۔ یہ عبدالملک بن مردان کے زمانہ تک زندہ رہے ان سے جب عبدالملک نے ان کی عمر پوچھی تو فرمایا کہ میں دو سو سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر رہا اور ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے اور اب ساٹھ سال سے مسلمان ہوں یا حضرت حارثہ بن عبیدالکلبی جن کی عمر پانچ سو سال کی ہوئی یا حبدہ بن معاویہ بن القشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعۃ العامری ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد کہتے تھے کہ میں نے خراسان میں حبدہ کو دیکھا تھا یہ بہزین حکیم الفقیہ کے دادا ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں تھے اور جب ہی انہوں نے حضرت عبدالمطلب کو دیکھا تھا' وفات ان کی ۹۶ ھ میں بزمانہ ولید بن عبدالملک ہوئی۔ ابو حاتم سجستانی کہتے ہیں کہ حبدہ ایک ہزار مرد وعورت کے عم تھے۔ اماناۃ بن قیس بن شیبان بن عاتک بن معاویہ الکندی طبری وشاہین نے ان کو صحابی لکھا ہے۔ ان کی عمر تین سو بیس سال کی ہوئی۔ امد ابن ابد حضرمی کی تین سو سال کی عمر تھی انہوں نے ہاشم بن

عبد مناف اور اُمیہ بن عبد الشمس کو دیکھا تھا اور حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں زندہ تھے۔ اکثم بن صیفی بن رباح بن حارث بن تحاشن بن معاویہ بن شریف بن خراۃ بن رشید بن عمر بن متیم الحکیم یہ حنظلہ بن ربیع بن صیفی صحابی کے چچا تھے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ ان کی عمر تین سو اور ان کے والد صیفی کی عمر دو سو ستر سال کی ہوئی۔ ان حضرات کے علاوہ اور بھی بعض صحابہ کی عمریں دراز ہوئیں جیسے وحیہ کلبی وحضرت صفوان ابن قصی وقس بن صاعدہ وغیرہم حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ میں حضرت سلمان فارسی کے حال میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا۔ جامع الاصول میں ہے کہ ان کی عمر اہلِ علم کے نزدیک ساڑھے تین سو سال کی ہوئی اور حضرت صفوان بن قصی برادر عبد مناف کی بابت حضرت سید محمد بن جعفر مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کتاب بحر المعانی میں لکھتے ہیں کہ میں جب ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں تو ان کی عمر نوسو بیانوے سال کی تھی۔ یہ لوگوں سے پوشیدہ مکہ معظّمہ کے پہاڑوں میں سکونت رکھتے ہیں' ان کو حضرت رسالت مآب علیہ السلام درازئ عمر کی دعا دی تھی۔ حضرت شیخ محمد طاہر فتنی مجمع البحار میں لکھتے ہیں کہ

قس بضم قاف یذکر حدیثه کثیرا و هو ممن آمن به علیه السلام قبل البعثة و بشریه و کان من حکماء العرب و فصحائهم قیل ان عمر سبعمائة سنة و کان یلبس المسوح اور بابا رتن ہندی کا قصہ جو سن ۶۰۰ میں ظاہر ہوئے اور دعویٰ لقائے نبوی علیہ السلام کیا' نفحات الانس میں مذکور ہے۔ علامہ مجد الدین شیرازی صاحب قاموس ان کو صحابہ میں شمار کرتے

ہیں اور حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کا ان سے ملاقات کرنے اور خرقہ لینے اور اس پر فخر کرنے کے قصص لطائف اشرفی میں مذکور ہیں۔ ملا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی لکھنوی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ "ینبغی ان لایذکر الزنن بالشر لاحتمال الصحة حذراً عن الوقوع فی الکبیرة" پھر لکھتے ہیں کہ ثم مثل الرتن مایدعون الاولیاء القلندریة البررة الکرام صحبة عبداللہ ویلقبونه بعلمبردار و نیسبون خرقتهم الیه ویدعون اسناداً متصلا ویحکون حکایة عجیبة ویدعون بقائه قریب من ستمائة سنه فلا مجال لنسبة الکذب الیهم فانهم اولیاء اللہ صاحب الکرامات محفوظون من اللہ واللہ اعلم۔

محدثین کو حضرت عبدالعزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود سے سخت انکار ہے مگر ملا بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت میں لکھا ہے کہ انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ محدثین و ماہرین رجال میں سے کسی نے بھی احصاء کا دعویٰ نہیں کیا ہے کہ جس قدر ہماری معلومات ہیں بس اسی قدر صحابہ تھے اور ان کے علاوہ کسی اور صحابی کا وجود ناممکن ہے۔ عمر کا اس قدر طویل ہونا اللہ کی ایک نشانی ہے۔ تاریخی طور پر ایسے لوگوں کی ایک فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ دیکھو تبت کے لامہ لوگوں کی عمریں اس سے بھی زیادہ ہوئی ہیں، رہا صحابہ کا سیر و رجال کی کتابوں سے اس طرح گم رہنا تو یہ بھی زیادہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ آنحضرت علیہ السلام کی رحلت کے وقت عرب کا بہت بڑا حصہ مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا۔ کیا سبھوں کے نام اور سبھوں کی تاریخ محفوظ ہے، عرب تاخیر بھی اس وقت سمندر کے ذریعے

دُور دُور ملکوں کے ساحلی مقامات سے تجارتی تعلق رکھتے تھے۔ عرب اس وقت بھی دنیا سے منقطع نہ تھا' غیر ممالک کے لوگ عرب جایا کرتے تھے اور عرب کے لوگ دُور دراز ممالک جایا کرتے تھے۔ اسلام کی تبلیغ عرب تاجروں کے ذریعے فاتحین اسلام کے کہیں پہلے بحر عرب کے تمام کناروں پر پہنچ چکی تھی' شہر مدراس سے متصل سمندر میں ایک جزیرہ ہے اور اس میں ایک مزار مرجع خلائق ہے' وہاں کی یہ قدیم روایت ہے کہ وہ حضرت تمیم انصاری صحابی کا مزار ہے۔ سارے علاقہ مدراس کا یہی عقیدہ ہے کہ یہ کچھ بعید از قیاس نہیں کہ کوئی صحابی اپنی تجارت کے سلسلہ سے اس طرف آگئے ہوں اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہندوستان کا کوئی بحری سیاح عرب گیا ہو اور آنحضرت علیہ السلام کی خدمت وہاں نصیب ہوئی ہو اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا ہو لہٰذا آپ کی درازیٔ عمر میں کوئی شیعہ قابلِ بوجود مہدی و سنی قائل بحیات انبیاء انکار نہ کرے گا۔

حضرت شیخ عبدالعزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلندر نے تمام عمر سیر و سیاحت و ریاضت شاقہ کیے چالیس چالیس سال سیر و سفر کرتے اور پھر اتنی ہی مدت سردابہ میں مراقب رہتے تھے۔ آخری مراقبہ میں سردابہ سے باہر تشریف نہیں لائے' آپ کا حال حضرات اصحابِ کہف کی طرح ہے جو تین سو نو سال کے بعد ملک صالح کے عہد میں بیدار ہوئے اور پھر حضرت رسالت مآب علیہ السلام کے عہد کرامت میں اور اب حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمان برکت نشان میں ظاہر ہو کر ان سے بیعت فرمائیں گے لہٰذا جس طرح اصحابِ کہف زندہ ہیں اور ان کا شمار مردوں میں نہیں اسی طرح آپ کا شمار بھی مردوں میں نہیں ہو سکتا۔ اور

اس قول کی تائید اس قصہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت رئیس العارفین شاہ فتح قلندر نے حضرت سید العرفا شاہ مجا قلندر قدس سرہ سے بعد تکمیل کے اجازت و خلافت پائی۔ حضرت سید العرفا نے امتحاناً ان سے پوچھا کہ کیا تم حضرت شیخ عبدالعزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیدار کر سکتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ نہ صرف انہیں کو بلکہ اگر حکم ہو تو میں لاہر پور سے جونپور تک تمام مُردوں کو زندہ کر دوں۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو امتحاناً پوچھا تھا۔

سلسلہ

آپ سے جو سلسلہ شائع ہوا اس کے دو قسمیں ہیں، ایک قلندریہ مکیہ جو آپ نے بلاواسطہ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام سے حاصل کیا۔ دوسرا قلندریہ علویہ جو بواسطہ جناب امیر کرم اللہ وجہہ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

آپ سر حلقہ سلسلہ مداریہ بھی ہیں، یہ سلسلہ آپ تک یوں پہنچتا ہے کہ حضرت شاہ بدیع الدین قطب المدار کو حضرت طیفور شامی سے اجازت تھی اور ان کو حضرت امین الدین شامی سے اور ان کو آپ سے اور آپ کو حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان کو حضرت رسالت مآب علیہ السلام سے سلسلہ مداریہ کی کئی قسمیں ہیں۔ مداریہ طیفوریہ، جعفریہ مداریہ بصریہ، مداریہ صدیقیہ، مداریہ اویسیہ، مداریہ مہدویہ ان سب کی تفصیل فصول مسعودیہ میں ربط المشائخ سے منقول ہے۔

اس کے علاوہ آپ سے سلسلہ مصافحہ بھی اب تک جاری ہے، خاندان فرنگی

محل لکھنؤ میں یہ سلسلہ اس طرح آیا ہے کہ مولوی شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی نے مولوی عبدالوحید محمد سے مصافحہ کیا اور انہوں نے اپنے والد مولوی عبدالواحد سے اور انہوں نے اپنے جد ملا کبرالعلوم عبدالعلی محمد سے اور انہوں نے مولوی امین سید نپوری سے اور انہوں نے حاجی صفت اللہ خیرآبادی سے اور انہوں نے حضرت شیخ عبداللہ جنی سے اور انہوں نے حضرت شیخ عبدالعزیز علمبر دار قلندر سے اور انہوں نے حضرت رسالت مآب علیہ السلام سے مصافحہ کیا۔ شیخ محمد یحییٰ الہ آبادی لکھتے ہیں کہ مصافحہ معمری مشائخ میں مشہور ہے، حضرات القدس میں ہے کہ شیخ احمد سرہندی نقش بندی نے حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی مشہور بحاجی رمزی سے مصافحہ کیا اور انہوں نے حافظ سلطان اوبہی سے اور انہوں نے شیخ محمود سے اور انہوں نے شیخ سعید معمر حبشی سے اور انہوں نے حضرت رسالت پناہ علیہ السلام سے اور اپنے اجازات کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اجازت ہشتم حضرت شیخ بہاءالدین جونپوری کو حضرت سید ناصرالدین بن سید تقی الدین سے ان کو سید صفی الدین ان کو شیخ زین الدین خوانی سے ان کو شیخ شہاب الدین احمد فرایونی سے ان کو شیخ ابوالعباس احمد الملثم سے ان کو شیخ معمر سے ان کو جناب رسالت مآب علیہ السلام سے شیخ معمر وہ بزرگ تھے جنہوں نے حدود سنہ ۷۰۰ میں ظاہر ہو کر دعویٰ صحابیت کیا اور یہ فرمایا کہ میں نے حضرت رسالت مآب علیہ السلام سے مصافحہ کیا اور آنحضرت علیہ السلام نے مجھ کو دعا دی تھی کہ [۱۳] "یا معمر عمرک اللہ" جس کی برکت سے وہ حدود سنہ ۷۰۰ ہجری تک زندہ رہے اور انہوں نے یہ حدیث بھی خود

آنحضرت علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا "من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی کذافی شرح سفر السعادت

خلفاء

مناقب القلندریہ میں ہے کہ حضرت شیخ عبدالعزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کے یہ چاروں خلفاء حضرت سید خضر رومی کھپراوہاری وحضرت سید خضر پائی دوز وحضرت سید میران محمود یکی پا دحضرت سید میران نتھراولیاء کاملین سے تھے۔
سید میران محمود یکی پاواصل باللہ تھے جس نے ان کے مزار کی زیارت کی' اللہ نے اس کی حاجت پوری کی' ان کا مزار نوساری ضلع گجرات میں ہے اور اہلِ عشق وعمل کے سردار میران نتھر ساکن پیلکو ندد نیا کے سامان سے مجرد اور مقام فروانیت پر پہنچی ہوئے تھے۔ حضرت فخر الحق والدین معروف بگنج اسرار ان کے مرید تھے جو اللہ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ تھے۔
مناقب القلندریہ میں ہے کہ حضرت شیخ عبدالعزیز مکی نے اپنے خلیفہ سید حسینی حضرت خضر رومی کھپراوہاری کو لباس قلندریہ پہنایا اور ارکانِ ذکر بتا کر اس قول کے معانی بھی بتائے کہ جس کے دونوں پیر پتھر میں مٹی کی طرح جم جائیں تو اس پر امر الٰہی نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قرآنِ کریم نازل کرتا ہے اور وہ کشش الٰہی سے مل جاتا ہے اور اپنے دوسرے خلیفہ طریقت اور سردار اہلِ حقیقت شیخ خضر پائے دوز کو حکم دیا کہ جس جگہ تمہارے دونوں پیر پتھر میں مٹی کی طرح جم جائیں' وہیں رہ پڑنا کیونکہ آنحضرت علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ لا ھجرۃ

بعد الفتح اور فتح کی علامت یہ ہے کہ اس پر امر الٰہی اور قرآنِ کریم نازل ہو اور وہ کشش الٰہی سے مل جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یتبنزل الامر بینھن یالو انزلنا ھذالقرآن علیٰ جبل الرایتہ خاشعا متصد عامن خشیۃ اللہ یا فرماتا ہے کہ انا عرضنا الامانۃ علی السموت والارض یا یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ جب ایک پتھر پر حضرت شیخ خضر پائی دوز کے دونوں قدم جم گئے تو شیخ نے اپنے مرشد کے حکم سے وہیں قیام فرمادیا' قدم کا پتھر میں جمنا اس کی دلیل ہے کہ آپ میں امر الٰہی نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الاالہ الخلق والامر ہمارے شیخ نجم بن نظام بن مبارک غزنوی فرماتے تھے کہ امر سے مراد عشق اور نفحہ اور جذبہ ہے اور یہ روح کا براق ہے اور پتھر میں پیر جم جانا اس پر قرآن نازل ہونے کی دلیل ہے اور کوئی چیز قرآن سے زیادہ وزنی نہیں جب شیخ خضر قرآن حقیقی کے حامل ہو گئے تو ان کے دونوں پیر پتھر میں مٹی کی طرح جم گئے جیسے حضرت داوٗد علیہ السلام کے ہاتھ لوہا زبور کے بوجھ سے نرم ہو جاتا تھا اور قدم کا جمنا اس امانت پیش ہونے کی علامت ہے جس کو آسمان و زمین بوجہ اس کے وزن کے اُٹھا نہ سکے لیکن انسان نے جو ظلوم وجہول تھا' اُٹھا لیا پس اس امانت کی عظمت کا اثر سخت پتھر پر یہ پڑا کہ وہ مٹی کی طرح ہو گیا اور یہ وصول جذبہ کی علامت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین اور ثقلین کا عمل بہت وزنی ہے پس ضرور ہوا کہ پتھر پگھل جائے اور جذبہ الٰہیہ اللہ کی طرف جانے کا سبب ہوا

کرتا ہے اسی لیے شیخ خضر پالی دوز سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو جبرائیل علیہ السلام کا مقام ہے۔ شیخ تاج العارفین نے کہا ہے کہ محققین کے نزدیک جذبہ اور جبرائیل علیہ السلام ایک چیز ہے، طریقت میں اس کا نام جذبہ اور شریعت میں جبرائیل ہے۔ میں نے حضرت غوث کو فرماتے سنا ہے کہ ایک شب حضرت شیخ خضر پالی دوز ایک گنبد میں مراقب تھے اور آپ کے ساتھی آپ کے گرد سو رہے تھے، ان میں سے ایک شخص اُٹھا اور کہنے لگا کہ یا حضرت میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ یہ گنبد گرنا چاہتا ہے، یہاں سے اُٹھ چلیے۔ حضرت شیخ نے فرمایا سو رہو، ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے پھر دوسرا شخص اُٹھا اور یہی عرض کیا۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ سو رہو، ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے پھر تیسرا اُٹھا اس نے بھی وہی کہا۔ شیخ نے فرمایا کہ سو رہو، ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد حضرت شیخ اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا اُٹھو اور نکلو گنبد گرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ شیخ معہ ساتھیوں کے نکل آئے اور گنبد گر پڑا۔

کتاب کے تمام حواشی درج ذیل ہیں

۱ یہ رسالہ غوثیہ کی عبارت کا ترجمہ ہے کیونکہ اصل رسالہ عربی میں ہے۔

۲ اصحاب صفہ تقریباً چار سو فقراء مہاجرین تھے جو چبوترہ مسجد پر رہتے اور اپنے کل اوقات تعلیم و عبادت میں صرف کرتے تھے اور جس سریہ میں حضرت رسالت مآب علیہ السلام بھیج دیتے' جاتے تھے۔

۳ سریہ وہ لڑائی جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس تشریف نہیں لے جاتے تھے۔

۴ کیسی اچھی جگہ ہے۔

۵ اے شیخ! کب تک کھڑے رہو گے چالیس سال تو ہو گئے۔

۶ واضح ہو کہ مراد المریدین میں یہ قصہ حضرت سید خضر رومی قلندر کے بارے لکھا ہے مگر مراد المریدین میں آپ ہی کے حال میں لکھا ہے۔

۷ اور ان کی چار قبریں ہیں اور ہر قبر سے چالیس سال کے بعد نکلے اور چوتھی قبر اجودھن میں ہے اور اس قبر سے نہ نکلے اور شیخ فریدالدین نے ان کے پائیں اپنی قبر کے لئے جگہ لی اور حضرت شیخ عبدالعزیز مکی علیہ الرحمہ اپنے اختیار سے چھ سو برس زندہ رہے۔

۸ راوی نے کہا کہ ان کی یعنی حضرت شیخ عبدالعزیز مکی کی چار قبریں ہیں اور ہر قبر میں چالیس سال رہے اور لوگ سمجھتے تھے کہ انہوں نے وفات پائی حالانکہ وہ وفات نہیں پاتے تھے اور قبر سے نکل کر روئے زمین کا دورہ کرتے تھے۔ اسی طرح تین مرتبہ کیا چوتھی قبر وہ ہے جس کے قریب حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کی قبر ہے۔ اس قبر سے پھر نہ نکلے اور ان کی مدت عمر چھ سو برس ہے اور وہ حضور علیہ السلام کے صحابی تھے اور ان کے ہاتھ میں علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

۹ فصول مسعودیہ میں حضرت کلید عرفان کے کشف و کرامات کے بیان میں ہے جبکہ انہوں نے حضرت امیر سید خضر رومی قلندر کی تحقیق عمر و سنہ وفات وغیرہ خود نہیں کی روحانیت سے فرمائی تھی۔ نیز حضرت سید نجم الدین غوث الدہر کی بھی عمر وغیرہ بیان فرمائی تھی اُن کے حال میں اس کا ذکر آئے گا۔

۱۰ قص بضم قاف ان کی باتیں بہت بیان کی جاتی ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے قبل بعثت اور آپ کی بشارت دی۔ یہ حکماء و فصحائے عرب سے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ اُن کی عمر سات سو برس کی ہوئی یہ صوف پہنتے تھے۔

۱۱ مناسب یہ ہے کہ رتن کا ذکر برائی سے نہ کیا جائے بہ سبب احتمال صحت کے گناہ کبیرہ سے بچنے کے خیال سے۔

۱۲ پھر رتن کی ہی ایسی بات کا دعویٰ حضرات اولیاء کرام قلندر یہ کرتے ہیں یعلی صحابیت عبداللہ کے بارہ میں اور ان کو علمبردار کے لقب سے ملقب کرتے ہیں اور اپنا خرقہ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اسناد متصل کا دعویٰ کرتے ہیں اور حکایات عجیبہ بیان کرتے ہیں اور چھ سو برس ان کی زندگی کا دعویٰ کرتے ہیں اور پس ان امور کو غلط خیال کرنے کی مجال نہیں ہے کیونکہ وہ اولیاء اللہ صاحب کرامات میں منجانب اللہ محفوظ ہیں۔ واللہ اعلم۔

۱۳ حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی کی طبقات الکبریٰ جلد صفحہ ۱۷۳ مطبوعہ مصر میں ہے کہ آپ بزرگان محققین مشائخ مصر سے تھے۔ آئندہ زمانہ کے متعلق آپ کے مکاشفات عجیب ہوتے تھے جو کچھ فرمادیتے تھے وہی ہوتا تھا۔ فرماتے تھے کہ میں اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں بولتا ہوں۔ لوگ آپ کی عمر کے متعلق مختلف آراء رکھتے تھے۔ بعض یہ کہتے تھے کہ یہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے ہیں اور بعض کہتے تھے کہ انہوں نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کو دیکھا اور اُن کے پیچھے مصر میں نمازیں پڑھیں۔ شیخ عبدالغفار قوصی کہتے تھے کہ میں نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری عمر اس وقت چار سو سال کی ہے۔ آپ لباس میں کسی چیز کے پابند نہ تھے کبھی سبز عمامہ کبھی سپید کبھی گدڑی کبھی کرتہ پہنتے تھے۔ آپ نے حدود سنہ چھ سو میں وفات پائی اور محلہ حسینیہ مصر میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار وہیں احاطہ مسجد میں ہے۔ انتھی بقدر الضرورت۔

۱۴ ای معمر اللہ تیری عمر دراز کرے۔